دار الافتاء
فتویٰ نمبر 59/2794

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

1 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جانور کو ادھیہ پر دینا کیسا ہے؟ فتاویٰ جات میں عدم جواز کا قول مذکور ہے لیکن مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ جدید فقہی مسائل جلد ۱ ص ۲۷۵ مطبع زمزم پبلشرز میں تحریر فرماتے ہیں: راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس تکلف کی بجائے موجودہ زمانے میں عرف رواج کی بنیاد پر حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ اسی طرح کے ایک جواب میں (امداد الفتاویٰ ۳/۳۴۳) پر لکھتے ہیں: پس حنفیہ کے قواعد پر تو یہ عقد ناجائز ہے کما نقل عن العالمگیریہ" لیکن بنا بر نقل بعض اصحاب امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس میں جواز کی گنجائش ہے پس تحرز احوط ہے اور جہاں ابتلاء شدید ہو توسع کیا جا سکتا ہے۔

پس ہمارے عرف یعنی پنجاب میں تو ابتلاء شدید ہے خاص کر دیہاتوں میں تو لوگوں کا کاروبار ہی یہی ہے۔ اور دوسری علت اس میں یہ بیان کی جاتی ہے کہ اجرت مجہول ہے۔ لہٰذا جہالت اجرت کی وجہ سے یہ عقد درست نہیں تو کیا ایسی اجرت جو مفضیہ الی النزاع نہ ہو بلکہ اس کے خلاف کرنا یقینی طور پر باعث جھگڑا ہو اور اس میں ابتلاء شدید بھی ہو تو برداشت نہیں کر لیا جاتا؟ کیا ایسی ایسی جہالت مفید عقد ہوتی ہے؟ نیز جو حیلہ فتاویٰ جات میں مذکور ہے عام لوگ اس کو نہیں سمجھتے اور اس کی رعایت نہیں کرتے اور یہ حیلہ بتاتے ہوئے کم علمی اور جہالت کی وجہ سے بہت خطرناک جملے بول جاتے ہیں۔ اس معاملہ میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم العالیہ کی رائے پر عمل کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ شافی جواب کی درخواست ہے۔

۲ ایک آدمی کی بیوی لڑائی کی وجہ سے اپنے میکے چلی گئی، اسی حالت میں ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس کے بعد اس کے ماں باپ نے اس عورت کی دوسرے مرد سے شادی کرنا چاہی، لیکن ابھی تک پہلے مرد نے طلاق نہیں دی تھی، دوسرا شخص جس سے شادی کرنا چاہتے تھے وہ پہلے شخص (خاوند) کے پاس گیا اور زبردستی اس سے طلاق لکھوا کر لیا، اور ایک ہفتہ کے بعد اس عورت سے

عورت ہی میں شادی کر لی شادی ہوئے تقریباً ۸ ماہ ہوئے ہیں اور یہ
عورت دوسرے شخص سے حاملہ ہے۔ تین ماہ تک بچہ کی پیدائش ہونے
والی ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا یہ بچہ ولد الزناء ہوگا یا ثابت النسب ہوگا؟
اگر ثابت النسب ہے تو اس کا نسب خاوند اول سے ثابت ہوگا یا
ثانی سے؟

۲ آج کل عورتیں معمولی جھگڑے کی وجہ سے یا شوہر سے مزاج نہ ملنے کی وجہ
سے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر دیتی ہیں۔ اس کے طلاق نہ دینے پر عدالت میں
جا کر جھوٹا مقدمہ بنا کر کہ زوج مارتا پیٹتا ہے، خرچہ نہیں دیتا وغیرہ جیسا کہ
آج کل ہمارے معاشرے میں جھوٹ چلتا ہے، طلاق لے کر آگے نکاح
کر لیتی ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ عدالت کا زوجین کے درمیان تفریق کرنا جبکہ یہ
سارا جھوٹ ہے نہ مار پیٹ ہے، نہ خرچہ کا مسئلہ ہے۔ بلکہ اصل مسئلہ یہ
ہے کہ عورت کو زوج پسند نہیں یا معمولی سا جھگڑا ہے درست ہے یا نہیں؟
اور اگر حقیقتاً زوج مارتا پیٹتا ہو یا خرچہ نہ دیتا ہو تو عورت اپنی درخواست
برائے خلع یا برائے طلاق یا برائے فسخِ نکاح میں سے کونسی دی گئی اور
عدالت اپنے فیصلے میں طلاق یا خلع یا فسخ نکاح میں سے کس کو بنیاد بنا کر فیصلہ
کرے تو فیصلہ درست ہوگا؟ اور کس کو بنیاد بنا کر فیصلہ کرے تو فیصلہ درست
نہیں ہوگا؟ اور عدالت کو طلاق، خلع، یا فسخ نکاح میں سے کس کا اختیار
ہے؟ اور نیز بسا اوقات شوہر کو علم بھی نہیں ہوتا اور عورت ایک دو
تاریخوں میں ہی فیصلہ لے کر آگے شادی کر لیتی ہے۔ یا شوہر کو عدالت
کی طرف سے اطلاع ہی نہیں کی جاتی۔ یا کی تو جاتی ہے لیکن شوہر تک
وہ اطلاع نہیں پہنچتی۔ برائے مہربانی تفصیلی و تسلی بخش جواب مع الدلائل تحریر کر دیں۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کا سایہ شفقت امت مسلمہ پر تادیر خیر و عافیت کے
ساتھ رکھے، اور دنیا و آخرت میں آپ حضرات کو اپنی رضا کامل عطا فرمائے۔

المستفتی محمد زاہد زبیر
مدرس جامعہ العلوم الاسلامیہ گرین ٹاؤن
پاک پتن (پنجاب) 0301-4428713

دار الافتاء
0199

۴. اگر ایک لڑکی والدین کی رضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہے تو نکاح سرے سے
باطل ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کفو میں کن کن نسبتوں کا اعتبار کرنا ضروری ہے کیونکہ کفو میں جن چیزوں
کا لحاظ کیا جاتا ہے آیا ان تمام کا پایا جانا ضروری ہے چونکہ اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو کفو
متحقق نہیں ہوگا اور نکاح درست نہیں ہوگا، یا کفو کے تحقق کے لیے ان میں سے اکثر کا پایا جانا کافی
ہو۔ نیز ہمارے پاکستان میں کفو قوموں کا برابر ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں؟

۵. آیا منہ چومنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟ ان تمام مسائل
کے بارے میں تفصیلی فتویٰ مع الدلائل تحریر فرما دیں۔ اللہ جل شانہ آپ حضرات کو اپنی شان
کے مطابق اجر عظیم عطا فرمائے۔

مستفتی محمد زاہد زبیر مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ
گرین ٹاؤن پاک پتن پنجاب۔

دار الافتاء

(جواب منسلک ہے)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الجواب حامدًا ومصلّیاً

(1)۔۔۔ جانور کو نصف حصّے کے عوض یا آئندہ ہونے والے بچوں میں شرکت کی شرط پر کسی کو پرورش کیلئے دینا احناف ؒ کے مذہب کے مطابق ناجائز ہے، کیونکہ در حقیقت یہ ''اجارہ'' کا معاملہ ہے، اور اس میں جانور پالنے والے ملازم کی اجرت اور مدت مجہول ہوتی ہے۔

لیکن جہاں کہیں مذکورہ طریقہ ہی رائج ہو اور حیلہ (متبادل صحیح طریقہ) بیان کرنے سے سوال میں ذکر کردہ خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بقدرِ ضرورت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قول پر عمل کر لینے کی گنجائش ہے۔(ماخذہٗ تبویب:۹۶/۱۴۲۵)

دار الافتاء

الاختيارات الفقهية – (١ / ٤٨٦)

ولو دفع دابته أو نخلة إلى من يقوم به وله جزء من ثمانية صح وهو رواية عن أحمد.

الشرح الكبير على متن المقنع (٦٨٢) – (٦ / ١٩)

ولو استأجر راعيا لغنم بثلث درها وصوفها وشعرها ونسلها أو نصفه أو جميعه لم يجز نص عليه أحمد في رواية سعيد بن محمد النسائي لان الاجر غير معلوم ولا يصلح عوضا في البيع، قال اسمعيل بن سعيد سألت أحمد عن الرجل يدفع البقرة إلى الرجل على أن يعلفها ويحفظها وولدها بينهما فقال اكره ذلك وبه قال ابو ايوب وأبو خيثمة ولا أعلم فيه مخالفا لان العوض معدوم مجهول لا يدرى ابو حدام لا، والاصل عدمه ولا يصلح أن يكون ثمنا، فان قيل فقد جوزتم دفع الدابة إلى من يعمل عليها بنصف مغلها قلنا انما جاز ثم تشبيها بالمضاربة ولانها عين تنمي بالعمل فجاز اشتراط جزء من النماء كالمضاربة والمساقاة وفي مسئلتنا لا يمكن ذلك لان النماء الحاصل في الغنم لا يقف حصوله على عمله فيها فلم يمكن الحاقه بذلك، وذكر صاحب المحرر رواية أخرى انه يجوز بناء على ما إذا دفع دابته أو عبده بجزء من كسبه والاول ظاهر المذهب لما ذكرنا من الفرق.

المغني – ابن قدامة – (٥ / ١١٦)

ونقل أبو داود عن أحمد فيمن يعطي فرسه على النصف من الغنيمة أرجو أن لا يكون به بأس قال إسحاق بن إبراهيم : قال أبو عبد الله : إذا

(جاری ہے۔۔۔)

كان على النصف والربع فهو جائز وبه قال الأوزاعي ونقل أحمد بن سعيد عن أحمد فيمن دفع عبده إلى رجل ليكسب عليه ويكون له ثلث ذلك أو ربعه فجائز والوجه فيه ما ذكرناه في مسألة الدابة.

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) (٤ / ٥٥٥):

قلت: لكن لا يخفى تحقق الضرورة في زماننا ولا سيما في مثل دمشق الشام كثيرة الأشجار والثمار فإنه لغلبة الجهل على الناس لا يمكن إلزامهم بالتخلص بأحد الطرق المذكورة، وإن أمكن ذلك بالنسبة إلى بعض أفراد الناس لا يمكن بالنسبة إلى عامتهم وفي نزعهم عن عادتهم حرج كما علمت، ويلزم تحريم أكل الثمار في هذه البلدان إذ لا تباع إلا كذلك، والنبي - صلى الله عليه وسلم - إنما رخص في السلم للضرورة مع أنه بيع المعدوم، فحيث تحققت الضرورة هنا أيضا أمكن إلحاقه بالسلم بطريق الدلالة، فلم يكن مصادما للنص، فلذا جعلوه من الاستحسان؛ لأن القياس عدم الجواز، وظاهر كلام الفتح الميل إلى الجواز ولذا أورد له الرواية عن محمد بل تقدم أن الحلواني رواه عن أصحابنا وما ضاق الأمر إلا اتسع ولا يخفى أن هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الرواية كما يعلم من رسالتنا المسماة نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف فراجعها.

اصول الافتاء – (٢٠٤)

(تحت عنوان "الافتاء بمذهب اخر لحاجة عامة")

وقد اوصى بذلک شيخ شيخنا العلامة رشيد احمد الكنكوهي رحمه الله تعالى صاحبه شيخ العلامة اشرف عليّ التهانوي رحمه الله تعالى،وقد عمل بذلك الشيخ التهانوي قدس الله سره فى كثير من المسائل فى "امداد الفتاوي"،فافتي بقول الشافعية فى عدم اشتراط وجود المسلم فيه الى حلول الاجل،وجواز السلم الحال،وبمذهب المالكية في جواز الشركة بالعروض وبمذهب الحنابلة فى جواز المضاربة في منافع الدابة.

(2)۔۔۔آپ کا سوال پورا واضح نہیں کہ شوہر نے صرف تحریراً طلاق دی تھی یا اس کے ساتھ زبانی طلاق بھی دی تھی؟اور زبردستی کی کیا صورت تھی؟آیا شوہر کو مال وجان کی دھمکی دی گئی تھی یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت تھی؟جو بھی صورت پیش آئی ہو،وہ واضح طور پر دوبارہ لکھ کر بھیج دیا جائے اور اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں شوہر کا بیان بھی درکار ہوگا،اس کے بعد ہی اس سوال کا جواب دیا جاسکتا ہے۔

(جاری ہے۔۔۔)

10202

(3)۔۔۔واضح رہے کہ بعض صورتوں میں عورت کو عدالت سے فسخِ نکاح کا اختیار حاصل ہوتا ہے، اس لیے اگر کوئی ایسی صورتِ حال پیش آجائے تو عورت کو چاہیے کہ عدالت میں جانے سے پہلے کسی دار الافتاء سے اپنے حالات بتلا کر مسئلہ معلوم کرلے اور اس کے مطابق عمل کرے۔

(4)۔۔۔کفو میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہ پائی گئی تو کفو متحقق نہیں ہوگا، وہ باتیں یہ ہیں:

(1) نسب میں برابر ہونا (2) مسلمان ہونے میں (3) دینداری میں (4) مال میں (5) پیشہ میں۔

نیز ہمارے پاکستان میں بھی قوموں کے درمیان مندرجہ بالا باتوں میں کفاءت ضروری ہے۔

الفتاوى الهندية – (١ / ٢٩٠)

الكفاءة معتبرة في الرجال للنساء للزوم النكاح، كذا في محيط السرخسي ولا تعتبر في جانب النساء للرجال، كذا في البدائع.... الكفاءة تعتبر في أشياء (منها النسب)... **والموالي وهم غير العرب لا يكونون أكفاء للعرب والموالي بعضهم أكفاء لبعض، كذا في العتابية** ...(ومنها إسلام الآباء) من أسلم بنفسه وليس له أب في الإسلام لا يكون كفئا لمن له أب واحد في الإسلام، كذا في فتاوى قاضي خان ومن له أب واحد في الإسلام؛ لا يكون كفئا لمن له أبوان فصاعدا في الإسلام، كذا في البدائع... . (ومنها الحرية)... **(ومنها الكفاءة في المال) وهو أن يكون مالكا للمهر والنفقة وهو المعتبر في ظاهر الرواية حتى أن من لا يملكهما أو لا يملك أحدهما لا يكون كفئا كذا في الهداية موسرة كانت المرأة أو معسرة هكذا في التجنيس والمزيد**... (ومنها الديانة) تعتبر الكفاءة في الديانة وهذا قول أبي حنيفة وأبي يوسف – رحمهما الله تعالى – وهو الصحيح، كذا في الهداية فلا يكون الفاسق كفئا للصالحة، كذا في المجمع سواء كان معلن الفسق أو لم يكن، كذا في المحيط... (ومنها الحرفة)... في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة – رحمه الله تعالى – لا تعتبر الحرفة ويكون البيطار كفئا للعطار وفي قول أبي يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى وإحدى الروايتين عن أبي حنيفة – رحمه الله تعالى – صاحب الحرفة الدنيئة كالبيطار والحجام والحائك والكناس والدباغ لا يكون كفئا للعطار والبزاز والصراف هو الصحيح كذا في فتاوى قاضي خان.

دار الافتاء

(جاری ہے۔۔۔)

10203

الدر المختار– (٣ / ٥٦)

(ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان).

وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (٣ / ٥٧)

(قوله وهو المختار للفتوى) وقال شمس الأئمة وهذا أقرب إلى الاحتياط كذا في تصحيح العلامة قاسم لأنه ليس كل ولي يحسن المرافعة والخصومة ولا كل قاض يعدل، ولو أحسن الولي وعدل القاضي فقد يترك أنفة للتردد على أبواب الحكام، واستثقالا لنفس الخصومات فيتقرر الضرر فكان منعه دفعا له فتح.

(5)---فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے تمام اجزاء، یعنی نفس دعا اور دونوں ہاتھ اٹھانا، آمین کہنا اور ختم دعا پر دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیرنا، سب احادیث طیبہ سے ثابت ہے، مزید تفصیل کے لیے منسلکہ فتویٰ "فرائض کے بعد کی اجتماعی دعا کا ثبوت اور درجہ" کا مطالعہ فرمائیں---------واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالوہاب عفااللہ عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۲۸ / ربیع الثانی/1436ھ

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

دار الافتاء

10204